سرود رفتہ باز آید کہ نہ آید

مدینہ منورہ کے مضافات میں ایک بوڑھیا رہتی تھی، بڑھاپا انسانی زندگی کی رونقوں کا قبرستان ہے، یہ مراحل حیات کے پت جھڑ کا ایک ایسا موسم ہے جہاں شگفتگی کا ایک ایک پتہ بوسیدہ ہو کر خزاں نصیب ہواؤں کی نذر ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے کی بے بسیاں صحرا کی تیز دھوپ کی طرح انسان کو ستاتی اور اس کی تکلیفیں آدمی کے روئے روئے کو بے کل کیے رکھتی ہیں، جہاں خندۂ مینا، وارفتگیٔ طبع کا سبب نہیں بنتا...... دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے بڑھاپے کی اس منزل کو بے سہارا نہیں چھوڑا، بوڑھوں کی خدمت واحترام اور انھیں سہارا دینے کے لیے روشن تعلیمات پیش فرمائیں، یہ تعلیمات فرضی وخیالی نہیں، حضور ﷺ کی صحبت میں رہنے والے سعادت مندوں نے اپنی زندگی کو ایک ایک تعلیم کا نمونہ بنائے رکھا، اطراف مدینہ میں رہنے والی اس بوڑھیا کی بینائی جاچکی تھی، دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا، حضرت فاروق اعظمؓ کو خیال آیا کہ اس کی خدمت کی سعادت حاصل کریں، مدینہ منورہ سے سرشام نکل کر جاتے، دیکھتے کہ کوئی بندۂ خدا اس کی ہر قسم کی خدمت کرچکا ہوتا، ایک دن، دو دن، تین دن...... ہر بار وہ سبقت کر جاتا، اگلی مرتبہ وہ بوڑھیا کی خدمت کی غرض سے نہیں، اس بندۂ خدا کو معلوم کرنے کے لیے جھٹ پٹے کے وقت سے بہت پہلے جھپاک سے وہاں پہونچے، پچھیت کی آڑ میں بیٹھ گئے، دیکھا کہ خلیفۂ وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بوڑھیا کی خدمت کی غرض سے آرہے ہیں، بڑھ کر فرمایا "اچھا تو یہ آپ ہوتے ہیں؟"

(اسدالغابة فی معرفة الصحابة، ج۳، ص:۳۲۵)

خلیفہ وقت اپنے تمام امور مملکت کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مدینہ منورہ کے مضافات میں رہائش پذیر ایک بوڑھیا کی خدمت کے لیے وقت نکالتے اور بذات خود یہ خدمت انجام دیتے۔

ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ نے پانی طلب کیا، شہد اور پانی لایا گیا، منہ کے قریب لے گئے تو ہٹا گئے اور اس قدر روئے کہ بیٹھنے والوں پہ بھی گریہ طاری ہو گیا، وجہ پوچھی گئی تو فرمایا "میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا، آپ کوئی چیز اپنے سے ہٹا رہے تھے، حالانکہ وہاں کوئی نظر نہیں آرہا تھا، میں نے پوچھا، حضور! آپ کس چیز کو ہٹا رہے ہیں؟ فرمایا "یہ دنیا پری پیکر بن کر سامنے آئی ہے، میں نے اسے دھتکار دیا تو چلی گئی لیکن پھر لوٹ آئی اور کہنے لگی "اگرچہ آپ نے تو مجھے دھتکار دیا لیکن آپ کے بعد آنے والے مجھے نہیں دھتکاریں گے"...... مجھے حضور ﷺ کی یہ بات یاد آئی، خوف ہوا کہ کہیں دنیا نے مجھے ہی دبوچ نہ لیا ہو۔"......

(اسدالغابة، ج:۳، ص:۳۲۳)

آخرت کی زندگی کے لیے پران تجنے والے یہ وہ سرخ رو تھے جن کی زندگیوں میں اسلام کی قدریں آباد تھیں، ان قدروں اور اخلاق کی بدولت اسلام دنیا پر کیوں نہ چھاتا، تب جب یہ تعلیمات مسلمانوں کے عمل میں زندہ تھیں اور ان کی زندگیاں ان تعلیمات کا مجسمہ اور نمونہ تھیں...... علامہ اقبال کا ایک قطعہ گو بہت پامال ہو چکا لیکن اس کی تازگی گل تر کی مانند اب بھی برقرار ہے:

سرود رفتہ باز آید کہ نہ آید　　نسیمے از حجاز آید کہ نہ آید
بسر آمد روزگار ایں فقیرے　　دگر دانائے راز آید کہ نہ آید